سرسید احمد خاں
ترتیب و حواشی :- ابوسلمان شاہجہاں پوری

تذکرۂ خانوادۂ ولی اللٰہی

باب اوّل

صاحبزادگان حضرت شاہ ولی اللہؒ

زیر اشاعت تذکرے کا مقدمہ " سرسید احمد خاں بحیثیت ولی اللٰہی" کے عنوان سے الولی کے گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے - زیر نظر شمارہ سے یہ تذکرہ شروع کیا جا رہا ہے - حواشی میں جناب ابوسلمان صاحب نے روایتی انداز اختیار نہیں کیا بلکہ مسلسل مضمون کی صورت میں متعلق شخصیت کے سوانح اور علمی و دینی خدمات کے ان پہلوؤں کی تکمیل کر دی ہے جو سرسید کا موضوع نہیں تھے یا انھوں نے کسی مصلحت کی بنا پر چھوڑ دیئے تھے، حواشی کی تکمیل میں جن کتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی مکمل فہرست تذکرہ کے خاتمے پر درج کی جائے گی - (ادارہ)

(۱) جناب مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز

اعلم العلماء افضل الفضلاء اکمل الکملا اعرف العرفاء اشرف الافاضل فخر الاماجد و الاماثل رشکِ سلف داغِ خلف افضل المحدثین اشرف علماء ربانیین مولانا و بالفضل اولانا شاہ

عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز ذات فیض سمات ان حضرت برکت کی فنون کسبی و وہبی اور مجموعہ فیض ظاہری و باطنی تھی۔ اگرچہ جمیع علوم مثل منطق و حکمت و ہندسہ و ہیئت کو خادم علوم دینی کا کرکر تمام ہمت اور سراسر سعی کو بہ تحقیق غوامض حدیث نبوی و تفسیر کلام الٰہی اور اعلائے اعلام شریعت مقدسہ حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے اور سوا اس کے جو کہ جلائے آئینۂ باطن صیقل عرفان و ایقان سے کمال کو پہنچی تھی، طالبان صافی نہاد کی ارشاد و تلقین کی طرف توجہ تمام تھی، اس پر علوم عقلیہ میں سے کونسا علم تھا کہ اس میں یکتائی و یک فنی نہ تھی۔ علم ان کے خانوادہ میں بطناً بعد بطنٍ اور صلباً بعد صلبٍ اس طرح سے چلا آتا ہے جیسے سلطنت سلاطین تیموریہ کے خاندان میں۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد اشرف الاماجد عمدہ علمائے حقیقت آگاہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی خدمت میں تحصیل علوم عقلی و نقلی اور تکمیل کمالات باطنی سے فارغ ہوئے تھے۔ اس کے چند مدت کے بعد حضرت شاہ موصوف

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علاوہ ان کے تربیت یافتگان مخصوص، راسخین فی العلم اور حقیقت شناسان مقام ولی اللٰہی کے سرگروہ مولانا محمد عاشق پھلتی، خواجہ محمد امین کشمیری اور مولانا نوراللہ علیہم الرحمۃ سے حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ شاہ عبدالعزیز کے سراج الہند امام عبدالعزیز بننے میں ان بزرگوں کے دست تعلیم و تربیت کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمات کے کئی پہلو ہیں :۔

اوّلاً، انھوں نے تعلیم و تربیت سے ایسے اصحاب علم کی ایک جماعت پیدا کردی جو تمام علوم و فنون اسلامی کی ماہر اور حزب ولی اللٰہی کے مقاصد کے واقف اور اس کی اہمیت سے آشنا تھی، جس نے پورے ہندوستان میں پھیل کر حزب ولی اللٰہی کے لئے ذہنی و فکری زمین ہموار کی۔ اس کے بعض اکابر مثل شیخ خالد کردی نے برصغیر پاک و ہند سے باہر حزب اور اس کے مقاصد کو روشناس کیا۔

ثانیاً، شاہ عبدالعزیز نے عامۃ المسلمین کی اصلاح و تزکیہ اور تعلیم و تربیت اسلامی کی ضرورت کو

نے وفات پائی اور آپ کی ذات فائض البرکات سے مسندِ خلافت رُبہا اور وسادہ ارشاد و ہدایت نے رونق بے انتہا حاصل کی کیونکہ مولانا رفیع الدین اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کہ ہیں برادرِ حقیقی آپ کے، جن کا ذکر بعد اس کے بہ تفصیل آئے گا، والد ماجد کے سامنے سن صغیر رکھتے تھے تمام علوم اور فیوض کو اُنہیں حضرت کی خدمت میں کسب کیا۔ علم حدیث و تفسیر بعد آپ کے تمام ہندوستان سے مفقود ہوگیا۔ علمائے ہندوستان کہ خوشہ چین اسی سرگرہ علماء کے خرمن کمال کے ہیں اور جمیع کملا اس دیار کے چاشنی گرفتہ اسی زبدۂ اربابِ حقیقت کے۔ مائدہ فضل و افضال کے یہ آفت جو اس وقت جزو زبان میں تمام دیار ہندوستان خصوصاً شاہجہان آباد حرمہا اللہ عن الشر والفساد میں مثل ہوائے وبائی کے عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئیں عالم اور ہر جاہل اپنے آپ کو فاضل سمجھتا ہے اور فقط اسی پر

محسوس کیا۔ اس کے لئے ہفتے میں دو بار منگل اور جمعہ کے روز وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے وعظوں نے عوام ہی کو متأثر نہیں کیا بلکہ ادبی حلقوں میں بھی ان کی مجالس وعظ کی خاص قدر تھی۔

ثالثاً، انھوں نے تیسرا بڑا اور عظیم الشان کام یہ کیا کہ ولی اللّٰہی فکر کو کتب و صحائف میں محفوظ کردیا، کسی فکر کے تحفظ اور اس کی اشاعت کے لئے یہ تین اقدام جس درجہ ضروری ہوتے ہیں، ان کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ انھوں نے ولی اللّٰہی فکر اور فلسفے کے حفظ و بقا اور ترویج و اشاعت کے لئے ان تمام ضروریات پر زور دیا جو اس کے لئے اہمیت رکھتی ہیں۔

درس و تدریس کے ذریعے آپ کی تعلیم و ارشاد کا اثر اور درس و افتاد کا شہرہ برصغیر پاک و ہند سے باہر حجاز و ترکی، مصر و شام اور تمام اسلامی ممالک میں پھیل گیا۔ ایک عالمِ دین نے جو پورے ہندوستان کے دیار و امصار کے علماء و فضلاء سے ملا اور مدارس و مکاتب کو دیکھا تھا، اسے کوئی ایسا عالم دین نہیں ملا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے رشتۂ تلمذ نہ رکھتا ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اثراتِ تعلیم و ارشاد کے بارے میں مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم فرماتے ہیں:

"امام عبدالعزیز کی تعلیم و ارشاد کا اثر ہندوستان سے باہر حجاز کے ذریعے استنبول تک

کہ چند رسالے مسائلِ دینی اور ترجمہ قرآن مجید کو اور وہ بھی زبان اُردو میں کسی نے استاد سے اور کسی نے اپنے زورِ طبیعت سے پڑھ لیا ہے، اپنے تئیں فقیہ اور مفسّر سمجھ کر مسائل و وعظ گوئی میں جرأت کر بیٹھا ہے، آپ کے ایام حیات تک اس کا اثر نہ تھا بلکہ علمائے متبحّر اور فضلائے منقضی المرام باوجود نظر غایر اور احاطۂ جزئیاتِ مسائل کے جب تک اپنا سمجھا ہوا حضرت کی خدمت میں عرض نہ کر لیتے تھے اس کے اظہار لب کو وا نہ کرتے تھے اور اس کے بیان میں زبان کو جُنبش نہ دیتے تھے،

حافظہ آپ کا نسخۂ لوحِ تقدیر تھا۔ بارہا اتفاق ہوا کہ کتاب غیر مشہورہ کی اکثر عبارات طویل اپنی یاد کے اعتماد پر طلباء کو لکھوا دیں اور جب اتفاقاً کتابیں دستیاب ہوئیں تو دیکھا گیا کہ جو عبارت آپ نے لکھوا دی تھی

باوجود اس کے کہ سنین عمر شریف اسّی کے پہنچ گئے تھے اور کثرت امراضِ جسمانی سے

پہنچا۔ غالباً شیخ خالد کردی اس میں واسطہ بنے۔ شیخ موصوف نے مولانا غلام علی کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی تھی اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی صحبت کے توسّط سے امام عبدالعزیز سے مستفید ہوئے تھے۔ شیخ خالد کُردی کا مشہور قصیدہ ہے جس میں موصوف نے بیان کیا ہے کہ میں علمائے خراسان کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔ میں نے دہلی میں مولانا غلام علی کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تو وہ لوگ مانع ہوئے مگر میں ان کے اثر میں نہ آیا۔ اس قصیدے کا ایک شعر ہے ؎

بدہلی ظلمتِ کفر است گفتند و بدل گفتم
بظلمت او اگر درجستجوئے آب حیوانی

خالد کُردی کے شیخ طریقت مولانا مصاحب علی بھی امام عبدالعزیزؒ کے اصحاب میں سے تھے، استنبول کے عُلماء کی طرف سے امام عبدالعزیزؒ کی خدمت میں یہ دعوت نامہ آیا کہ آپ آستانہ تشریف لائیں تو یہاں کی تمام علمی جماعتیں آپ کی سیادت میں کام کریں گی لیکن امام عبدالعزیزؒ نے اپنے والدِ ماجد شاہ ولی اللہؒ کے ہندوستانی کام کی تکمیل سے علیحدہ

طاقت بدن مبارک میں کچھ باقی نہ رہی تھی، خصوصاً قلت غذا سے لیکن برکات فیض باطنی اور حدت قوائے روحانی سے حسب تفصیل مسائل دینی اور مبین دقائق یقینی پر مستعد ہوئے تو ایک دریائے ذخار موجزن ہوتا تھا اور فرطۂ اقارت سے حضار کو حالتِ استغراق بہم پہنچتی تھی۔ اوائل حال میں فرقۂ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہاں اہل تسنن کے ہوئے، حضرت نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل وصرف اوقات وجیز سے باین کثرت ضخامت تصنیف کی، ہر طالب علم بے مآ بھی علمائے شیعہ کے ساتھ مباحثہ ومناظرہ میں کافی ہوگیا۔ ثقات بیان کرتے ہیں کہ آپ تصنیف کے وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا ازبر یاد ہے اور حوالے کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سُنا نہ ہوگا باعتمادِ حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر

ہونا پسند نہ کیا"

مولانا ابو الکلام آزاد آپ کے فیضان علمی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

> "حضرت شاہ عبدالعزیز کے درس وتدریس کی بادشاہت سمرقند وبخارا اور مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین علم وعمل کے آفتاب تھے۔ خاندان سے باہر اگر ان کے تربیت یافتوں کو دیکھا جائے تو کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں ان کا فیضان علم کام نہ کر رہا ہو"

حضرت شاہ صاحب کے کمال وعظ اور مجالس وعظ کی خصوصیات اور ان کے اثرات کے بارے میں مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:۔

> "امام عبدالعزیزؒ نے عام مسلمانوں کو اپنے مقاصد سے آشنا کرنے کے لئے ہفتے میں دو بار وعظ کہنا شروع کیا اور اس پر آخر عمر تک عمل پیرا رہے ہفتے میں دو بار منگل اور جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان کے پرانے مدرسے میں مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی جس میں خواص وعوام

متانت عبارت اور لطائف و ظرائف ایسے ہیں کہ ناظرین پر ہویدا ہے۔ یہ امور جو آپ سے ظہور میں آتے تھے مجال بشر سے باہر ہیں۔

ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھیں اور شائقین صادق العقیدت و صافی نہاد خواص و عوام سے مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقہ رشد و ہدایت کا استفاضہ کرتے۔

۱۲۳۹ھ میں اس جہاں فانی سے سفر آخرت کو اختیار کیا۔ بعض موزوں طبیعتان نے دو تین قطعے تاریخ وفات میں موزوں کئے ہیں، ان میں سے ایک قطعہ لکھتا ہوں ؎

قطعہ

حجۃ اللہ ناطق و گویا	شاہ عبدالعزیز فخر زمن
روز شنبہ و ہفتم شوال	درمیان بہشت ساخت وطن

مور و ملخ کی طرح جمع ہو جاتے تھے۔ طرزِ بیان ایسا دلکش تھا کہ ہر مذہب کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہو کر اٹھتا تھا۔ آپ کی کوئی بات کسی کو گراں نہ گزرتی تھی۔ اس کے ساتھ پابندی کا یہ عالم تھا کہ اشتدادِ مرض کے زمانے میں جب ان کے وعظ کا دن آیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی مونڈھے پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کردوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ارشاد کی تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ کہتے رہے، گو لب و لہجہ میں ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسے ہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔

امام عبدالعزیز کے ان وعظوں سے عوام میں مستقل بیداری پیدا ہوئی۔ اور خواص ان سے یہ سیکھتے کہ وعظ کے ذریعے عوام کی کس طرح تربیت فکری کی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ تربیت یافتہ خواص آپ کی تحریک کے داعی بن کر ہندوستان کے ہر گوشے میں پھیل گئے۔"

مہر نصف النہار در عرفان　　مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و علم تاریخش　　رضی اللہ عنہ گفت حسن

زبان عربی میں نظم و نثر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ریختہ کلک عدن سلک ان حضرت سے بہت یادگار ہیں۔ اگرچہ وہ نثر عربی جس کو آپ نے دل لگا کے لکھا ہو، راقم کو دستیاب نہیں ہوئی مگر دو چار رقعے جو آپ نے قلم برداشتہ نہایت سرسری طور پر لکھ دیئے تھے ہاتھ لگے، ان میں سے ایک قطعہ تیمناً لکھ دیتا ہوں اور اگرچہ نظم آپ کی دفتر دفتر ذخیرہ ذخیرہ ہے لیکن احترازاً عن الاطناب دو قسطوں میں کہ حضرت شاہجہان آباد کی تعریف میں اور شیخ احمد عرب کے مناقب حیدریہ کی تقریظ میں لکھے تھے۔ انھیں پر قناعت کرتا ہوں۔

رقعہ عربی

سلامٌ علیکم قد قرأتُ کتابکم　　بقرّۃ عینی فاق فضل خطابکم

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ان مجالس وعظ نے مسلمانوں کی اصلاح و تربیت میں جو حصہ لیا اور ان کے ذریعے سے جو دینی ذوق و مزاج پیدا ہوا وہ تاریخ ملّت اور تحریک احیائے اسلام کا ایک مستقل باب ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے تذکرہ نگاروں نے بلاشبہ اسے نظر انداز نہیں کیا لیکن ان مجالس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اس میں زبان و ادب کے طالب اس لئے شریک ہوتے تھے کہ وہ اپنے کلام کی اصلاح و درستگی کے لئے شاہ صاحب کی زبان سے روزمرّہ اور محاوروں کو سُن کر ان کا استعمال سیکھتے تھے۔ ناصر نذیر فراق لکھتے ہیں :-

کون نہیں جانتا کہ حضرت شاہ نصیر صاحب دہلوی اکبر ثانی اور ابوظفر بہادر شاہ اور شیخ ابراہیم ذوقؔ کے استاد تھے۔ جب شاہ نصیر صاحب کا اور ذوق کا دِل کھٹّا ہو گیا اور اصلاح موقوف ہوئی تو ذوقؔ ہر جمعہ کو مولانا عبدالعزیز کے وعظ میں جانے لگے اور وعظ بہت غور سے سننے لگے۔ کسی دوست نے اس کا سبب پوچھا تو ذوقؔ نے کہا استاد مجھ گناہگار سے ناخوش ہو گئے، شعر و سخن میں اصلاح نہیں ملتی۔ اس کا بدل میں نے یہ

ارددت صلات النظم لکن تفیہ | وانفس ماعندی وعاء لبابکم
نقلت بقلب خاشع متضرع | یضاعف ربنا لبکم ولبابکم
ویعطیک فی الدارین خیراعطیۃ | ویصرف عن السوء مایھابکم
ویفتح ابواب الکمال جمیعا | فقیھا یکون ذہابکم ایابکم
ویجعلک الرحمن مثل ولیہ | بخیر الدین والدنیا وحسن مأبکم
وقد لاح مابشر انی من بشدۃ | جزاک اللہ عنی وشیب شبابکم

وبعد فقد وصل الینا کتابکم مرۃ بعد اخری وکرۃ بعد الاولیٰ وکان فیہ عدم انتفاء الکلی بقرۃ عینی فلانہ وھذا مما شدش خواطری ندعو اللہ سبحانہٗ ان یشفیھا عاجلاً کاملاً معلوم ان اخوانکم کلھم فیھم مارتہ سوء القینۃ کانت تقیم فی ایام الصبا فلما کبروا زالت عنھم وماعرضت لاحد منھم الا وقد اوجبت ان یمشی بین اثنین ویھاوی بین الرجلین یستحل المادۃ

نکلا ہے۔ کیونکہ مولانا عبدالعزیز صاحب اردو دانی میں شاہ نصیر سے کسی طرح کم نہیں۔ ان کے بیان اور گفتگو کو سنتا ہوں اور اردو کے محاورے اور روزمرہ یاد کرتا ہوں۔ اس لئے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے والدِ ماجد کے حکم کے بموجب اردو زبان سیکھنے کے لئے خواجہ میر درد صاحب کی خدمت میں چھٹپن سے حاضر ہوتے تھے اور چپ چاپ بیٹھے ہوئے آپ کی تقریر کو سنا کرتے تھے اور محاورات دل ہی دل میں چُنا کرتے تھے۔ مولانا ولی اللہ صاحب اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے "جس طرح اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ فن ہے اسی طرح اصولِ زبان بھی فن ہے اور اردو زبان کے موجد اور مجتہد خواجہ میر درد ہیں، آپ کی صحبت کو اس فن کے واسطے غنیمت سمجھو، کیونکہ خواجہ صاحب پکے پان ہیں" چنانچہ شاہ عبدالقادر خاص طور پر میر درد کے شاگرد تھے۔
مولانا محمد حسین آزاد صاحبِ تذکرہ آبِ حیات جو شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد تھے انھوں نے تو یہ بھی لکھا ہے "اسی زمانے میں جب نصیر اور ذوق سے ان بن تھی اور اصلاح موقوف تھی، ذوق

المنزلیة ونزول الاخلاط الموٰرمة وھذا التدبیر کثیرا مایقع مفیدة وفائدة بینة عاجلة ینبغی ان یداعی ھذا الامر بینما امکن وا ینما یتصور، واللہ ھو الشافی۔ ویقرأ عنی السلام اخوانکم کلھم ووالدتکم الماجدة وخواجہ محمد امین ویقرأ الشیخ محمد امیر بعد السلام ان فی قدم والدکم نشبت شوکة تورمت بھا القدم وتقیحت حتی انفاجت الی الشتن فشقت ولم تبرأ بعدُ وھو منتظرٌ لقدومك فان امکن فھو الاولیٰ۔

شند ابیات فی تقریظ المناقب الحیدریة. شیخ احمد
بن محمد انصاری الیمنی الشروانی

رأیتُ وریقات تدل بنثرھا ۔۔۔ علی فضل تحریر الیہ یسند
وممدوحہ فی ذلك الطرس حیدرٌ ۔۔۔ سمی امیرالمؤمنین المؤید
ولاغرو ان فاہ الکرام بمدحہ ۔۔۔ اذا الفضل محمود ومنشیہ احمد

نے اپنا ایک قصیدہ بھی حضرت شاہ عبدالعزیز کو دکھایا تھا جو انھیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا تھا اور جب حضرت شاہ صاحب نے اپنے اطمینان کا اظہار فرمادیا تو انھوں نے وہ قصیدہ بے جھجک پڑھ دیا۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی ذاتِ گرامی علوم و معارف دینی کا سرچشمہ، اہلِ علم اور اصحاب نقد و نظر کا مصدرِ فیض اور عوام و خواص کا مرجع تھی۔

حضرت شاہ صاحب کی متعدد تصانیف یادگار ہیں، ان میں تفسیرِ عزیزی، تحفۂ اثناعشریہ بستان المحدثین، فتاوٰی عزیزی، تحقیق الرؤیا، سیرالجلیل، عزیزالاقتباس، رسالہ بلاغت، عجالۂ نافعہ، وسیلۂ نجات وغیرہ خاص طور قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز ۱۷۶۳ء میں اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد رونق افروز مسند درس وارشاد ہوئے تھے۔ ۱۸۲۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس طرح کامل ساٹھ سال تک آپ کی ذات قدسی صفات مصدرِ فیوض و برکات علوم دینی و دنیوی بنی رہی۔ مومن خاں مومن نے آپ

لہٗ فی قدم فی النثر عالی وان ابوا ۔۔۔ علیہ براھین البراعہ تشھد

وفی نظمہ لطف وحسن سلاسۃ ۔۔۔ یذل لدیہ کل نظم ومجید

فدام علی مر الدھور حلاوۃ ۔۔۔ یزید علی الاکیاس طرا ویزید

عدۃ ابیات فی صفۃ الدہلی

یامن یسأل عن دہلی ورفعتہا ۔۔۔ علی البلاد وماحازتہ من شرف

ان البلاد اماء وھی سیدۃ ۔۔۔ وانہا درۃ والکل کالصدف

فاقت بلاد الوریٰ عزا ومنقبۃ ۔۔۔ غیر الحجاز وغیر القدس والنجف

وبہا مدارس وطاف البصیر بہا ۔۔۔ لم تنفتح عینہ الا علی الصّحف

کم مسجد زخرفت فیہا منارۃ ۔۔۔ لو قابلتہ شموس الضحو تنکسف

لاغر وان زینۃ الدنیا بزینتہا ۔۔۔ کم من اب قد علیٰ بابنٍ ذوی شرف

وماء جون جریٰ من تحتہا فکی ۔۔۔ انہا وخلد جرت فی اسفل الغرف

کی وفات حسرت آیات پر ایک نہایت شاندار قطعہ تاریخ لکھا ۔ جس میں آپ کے علم وفضل کے بارے میں بھی اشارے ملتے ہیں ؎

انتخابِ نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز ۔۔۔ بے عدیل و بے نظیر و بے مثال بے مثل

جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے ۔۔۔ آگیا تھا کیا کہیں مُردوں کے ایماں میں خلل

ہے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا ۔۔۔ کیا کیا یہ ظلم تو نے بیکسوں پہ اے اجل

جب اٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا ۔۔۔ لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسی گردوں محل

کیا کسی دنا کس پہ تھا صدمہ کیا جس وقت دفن ۔۔۔ ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل

مجلسِ دردِ آفرینِ تعزیت میں میں بھی تھا ۔۔۔ جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل

دستِ بے دادِ اجل سے بے سر و پا ہو گئے
فقر و دیں ، فضل و ہنر ، لطف و کرم ، علم و عمل